OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:4, Issue: 1, Jan - March 2026 PP: 71-80

1920ء سے قبل خواتین ناول نگاروں کے ناولوں میں اسلامی واخلاقی نظریات: ایک تحقیقی جائزہ

Islamic and Ethical Ideologies in the Novels of Female Novelists Prior to 1920: A Research Study

Dr. Gulsom
Teacher at E&S Education, KP, Pakistan
Email: gulsumkhan558@gmail.com

Abstract

Early Urdu female novelists significantly contributed to social reform by addressing women's issues without idealizing their characters. They critically examined contemporary socio-political conditions while integrating Islamic and moral perspectives with modern themes. Their primary aim was women's reform, believing it essential for broader societal improvement. By transforming personal experiences into powerful narratives, they elevated the status of female writers and positively influenced society. Writers like Rashid-un-Nisa, Muhammadi Begum, Sughra Hamayon Mirza, Tayyaba Begum, and Nazar Sajjad Haider emphasized female education and moral training while challenging regressive customs. Their pioneering work not only reshaped Urdu literature but also laid the foundation for women's intellectual and social empowerment in the 20th century.

***Keyword**: Female, Education, Noval, training, contribution.*

تعارف

ابتدائی خواتین ناول نگاروں نے معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔اُردو میں خواتین نے مردوں کے بعد ناول نگاری کے میدان میں قدم رکھا اور ان کی طرح ہر موضوع پر ناول لکھے لیکن جو اصلاحی کردار عورتوں نے تخلیق کیے وہ داد دینے کے مستحق ہیں۔ گھریلو مسائل اور عورتوں کی نفسیات کے ساتھ ساتھ سیاست پر مضبوط گرفت نے ان کو نہ صرف مرد ناول نگاروں سے ممتاز رکھا بلکہ اپنے افکار اور اسلامی و اخلاقی نظریات کی بدولت اردو ناول کا دامن بھی نت نئ موضوعات سے بھر دیا۔کیونکہ ان کا اصل مقصد عورت کی اصلاح تھا اور وہ جانتی تھیں کہ ایک عورت کی اصلاح ہی دراصل پورے معاشرے کی اصلاح ہے۔اس لیے ایک طرف ناول جیسی مشکل صنف لکھ کر نام پیدا کرنا دوسری طرف ناول کی صنف کو اصلاح کے لیے استعمال کرنا, خواتین ناول نگاروں کا مقام اور بھی بلند کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابتدائی خواتین ناول نگاروں کی خدمات کا

CC BY

معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے ذاتی تجربات و مشاہدات کو مد نظر رکھ کر ناول تحریر کیے۔ ڈاکٹر یوسف سرمست بھی ان کے خیال کو درست قرار دیتے ہیں:

"ربع اول کی ابتداء ہی سے اُردو میں خواتین نے ناول نگاری شروع کر دی تھی۔۔۔ ایک بار جب وہ ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئیں تو صرف اسی کی ہو رہیں۔ اور اس صنف میں انھوں نے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ ناول میں عورتوں کے جس قدر اہم اور وقیع کارنامے ملتے ہیں کسی اور صنف میں نہیں ملتے۔" 1۔ یوسف سرمست، 1973ء [1]

ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس دور کے خواتین ناول نگاروں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"۔۔۔ خواتین نے اپنے ناولوں میں معاشرتی زندگی کی تصویریں اور اس ماحول میں ابھرنے والے مسائل کو پیش کرنے میں نہ صرف کامیابی حاصل کی بلکہ آنے والی نسل کو بہت حد تک نئی راہ بھی دکھائی۔ خواتین کے مشاہدات اور تجربات گھریلو مسائل تک محدود نہیں تھے۔ بلکہ وہ ملک و قوم کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں سے بھی پوری طرح باخبر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناولوں میں سیاسی سرگرمیاں، تغیر تبدل اور واقعات کے اثرات جگہ جگہ صاف دیکھنے کو ملتے ہیں۔۔۔" 2۔ غلام محی الدین انصاری سالک، 2008ء [2]

دراصل ایک عورت ہی اگلی نسل کی بنیاد رکھتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ ماں کا اثر اس کی اولاد پر پڑتا ہے اور وہ ہی اپنے بچوں کی بہتر پرورش و پرداخت کر سکتی ہے۔ ایک غیر تعلیم یافتہ عورت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بچوں کی بہتر تربیت کرے۔ اس لیے رشید النساء، صغرا ہمایوں مرزا، محمدی بیگم، نذر سجاد حیدر، طیبہ بیگم اور ا۔ض حسن بیگم نے تعلیم اور اخلاقی تربیت کی اہمیت پر زور دیا۔ تعلیم نسواں کے ساتھ ساتھ اوہام پرستی اور بے جا رسم و رواج جیسی معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ سچ ہے کہ خواتین نے بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی اس صنف میں اپنے کارہائے نمایاں انجام دیئے لیکن اس کی شروعات رشید النساء نے کی۔ وہ بیسویں صدی کی اہم خاتون ناول نگار تھیں جنہوں نے مسلم گھرانے کے مسائل کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کیا۔ آپ کا مشہور ناول "اصلاح النساء" اس کی بہترین مثال ہے۔ جو 1881ء میں لکھا گیا لیکن قدیم روایات کے تحت 1894ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلے تعلیم نسواں اور توہم پرستی کے ساتھ ساتھ بے جوڑ شادی پر قلم اٹھایا اور آنے والی لکھاریوں کے لیے راہ ہموار کی۔

اس ناول کا سب سے پہلا مقصد تعلیم نسواں تھا۔ کیونکہ ماں کی گود ہی بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔ اگر وہ تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند ہو گی تو اس کی اولاد بھی ویسے ہی ہو گی۔ سید قیصر امام نے اس ناول کی افادیت کے متعلق رشید النساء کی کتاب کے دیباچے میں اپنے خیالات کا اظہار یُوں کیا ہے:

"اس دور میں جبکہ دنیا ترقی و کمالات علمی کے ساتھ اکیسویں صدی کی دہلیز پر دستک دے رہی ہے تب بھی برصغیر کے مسلمان گھرانوں کے قارئین 1881ء میں نوشتہ اس اصلاحی ناول کی افادیت سے انکار نہیں کر سکیں گے۔ اس کتاب کی افادیت اس وقت بھی تھی جب یہ پہلی مرتبہ 1894ء میں شائع ہوئی تھی اور اپنے وطن میں جب تک تعلیم کا یہ حال رہے گا اور خواندگی کا یہ تناسب، اُس وقت تک اصلاح نسواں کی ضرورت اور اس کتاب کی افادیت بھی باقی رہے گی۔" 3۔ رشید النساء، 1894ء، 3

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ توہم پرستی اور بے جا رسوم و رواج جو گھروں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں اور جن پر پیسہ پانی کی

طرح بہایا جاتا ہے ان کو تعلیم ہی کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے ان سب مسائل کو عوام الناس کے سامنے لایا جائے۔ دراصل ان کا اصل مقصد سماج کا اصلاح ہی تھا۔انہوں نے اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ''اصلاح النساء '' کی صورت میں تحریر کیا۔ڈاکٹر سلیم اختر ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ'' (آغاز سے 2000 تک) میں کچھ یوں رقمطراز ہیں :

''اصلاحی، سماجی اور مقصدی ناولوں میں رشیدۃالنساء بیگم (متوفی 1931ء) کے ناول ''اصلاح النساء'' کو بھی اہمیت حاصل ہے۔۔۔۔انھوں نے ''اصلاح النساء'' 1881ء میں لکھا اور اس میں ہندوستانی خواتین کی ایسی رسموں اور جھگڑوں کو موضوع بنایا جو شریف خاندانوں کی تباہی کا باعث بن رہے تھے۔''4۔ سلیم اختر، 2005ء [4]

رشید النساء کہانی اور کردار نگاری کو بھی مقصدیت دیتے ہوئے یہ واضح کرتی ہیں کہ کس طرح تعلیم اور سلیقہ ایک انسان کو بداعتقادی اور توہم پرستی سے بچاتا ہے۔ان کے نزدیک مسلمان عورت کی اصل زینت حیا اور پردہ ہے۔اس لیے ان کے اصلاحی کردار تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی حدود کی پابند رہتی ہیں۔ساس، بہو، نند اور دیورانی کے رشتوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا۔صبر، برداشت اور ایثار کو گھر کی کامیابی کا راز قرار دیا گیا۔انہوں نے دکھاوے اور فضول خرچی کے خلاف لکھا۔''اصلاح النساء ''میں وہ سادگی، قناعت اور توکل کی تلقین کرتی ہیں۔ان کے نزدیک حقیقی عزت دولت سے نہیں بلکہ کردار سے ملتی ہے۔آپ کا زور اس بات پر تھا کہ ماں کی گود پہلی درسگاہ ہے اس لیے بچیوں کو صرف انگریزی نہ پڑھائی جائے بلکہ قرآن ، حدیث اور نماز کی پابندی بھی سکھائی جائے۔

تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ محمد اعظم کی بیوی نہ صرف راسخ العقیدہ مسلمان تھی بلکہ اپنے گھر کے انتظامی معاملات کو بھی بخوبی واحسن طریقے سے چلانے میں مہارت رکھتی تھی۔اس نے اپنے بیٹے امتیاز الدین کو اچھی تعلیم وتربیت کی۔دین کی تعلیم بھی دی۔وہ اس کو پیار اور محبت سے سمجھاتی۔اس طریقے سے اسکی باتیں امتیاز الدین کے ذہن پر نقش ہو گئیں۔ باپ، معلم اور محلے کے لوگ اس سے خوش تھے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ اس نے اُردو، عربی اور فارسی سیکھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے طور واطوار سب سے منفرد تھے۔ محمد اعظم کی بیوی نے اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کے ساتھ ساتھ محلے کی لڑکیوں کو بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ بیگم محمد اعظم کے کردار کو زیادہ نمایاں کرنے کے لیے رشید النساء ایک دوسرا کردار سامنے لاتی ہیں۔ جس کا نام منیری بیگم تھا۔جو کمزور عقیدہ، ناقص العلم، بے حد شکی مزاج اور توہماتی سوچ کی مالک تھی۔اس نے اپنی بیٹی بسم اللہ کی بھی اسی طرح تربیت کی جس طرح وہ خود تھی جو ایک ناکام بیوی اور ناکام ماں کی صورت میں سامنے آئی۔

بچے کی اچھی تعلیم وتربیت کا فریضہ ماں ہی سرانجام دیتی ہے۔اس لیے تعلیم نسواں کی اہمیت وافادیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔وہ سماجی اور معاشرتی مسائل کو بخوبی حل کر سکتی ہے۔رشیدالنساء نے محمد اعظم کی بیوی، رحمت النساء، اشرف النساء اور سردار الدین کے کرداروں کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ ایک عورت کی اصلاح ہی نہ صرف سماج بلکہ ایک قوم کی اصلاح ہے۔ کیونکہ وہ ہی آنے والے نسلوں کو سنوارتی یا بگاڑتی ہے۔"اصلاح النساء ''رشید النساء کی ایک شاہکار تخلیق ہے۔یہ ناول اپنے عہد کی ترجمانی کرتا ہے۔مصنفہ کے دل میں یہ مقصد تھا کہ معاشرے کے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں کو دکھایا جائے اور انہوں نے کر کے دکھایا۔

"مشیر نسواں'' یا'' زہرہ'' صغرا ہمایوں مرزا نے 1906ء میں تحریر کیا۔یہ ایک دلچسپ معاشرتی واخلاقی ناول

ہے۔اس میں عورتوں کے لیے کچھ مفید اسلامی پند و نصائح بیان کئے گئے ہیں۔جن کو اپنا کر وہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی بسر کر سکتی ہیں۔زندگی میں آنے والے ہر مسئلے کو بھرپور انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔اس دور کی دوسری ناول نگاروں کی طرح اس کا بھی اہم موضوع ''اچھی تعلیم وتربیت'' ہے کیونکہ یہ اس وقت کی اہم ضرورت تھی اور باقی خواتین کی طرح صغرا ہمایوں صاحبہ نے بھی اس پر اپنا اظہار خیال کیا ہے۔انہوں نے پہلی بار مشرق و مغرب کے تہذیب وتمدن کا حسین سنگم پیش کیا ۔مشرقی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغرب کے مثبت پہلوؤں کو اپنانے پر زور دیا۔ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس ناول کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"۔۔۔مشیر نسواں میں جدید اور قدیم تہذیبی زندگی اور تعلیم وتربیت کے واضح نقوش ابھر کر سامنے آتے ہیں۔۔۔اس میں جدید تعلیم کی حصول یابی اور روشن خیالی کے نہ صرف احساسات ملتے ہیں بلکہ یہ جذبہ بھی ابھرتا ہے کہ کسی قوم کے رسم و رواج کی آنکھ بند کر کے تقلید کرنا فضول ہے۔البتہ اس کے صحت مند قدروں کو سیکھنے اور اپنانے چاہیے۔'' 5۔ غلام محی الدین انصاری سالک، 2008ء [5]

زہرہ اس ناول کا بنیادی اصلاحی کردار ہے جو تعلیم یافتہ، سمجھ دار اور ہنر مند لڑکی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کے کام کاج، باغبانی اور سلائی کڑھائی بھی کرتی ہے۔اس نے یہ ثابت کیا کہ اگر لڑکی میں ہر چیز کا سلیقہ پہلے سے ہی موجود ہو تو زندگی کی راہ میں کوئی بھی مسئلہ، مصیبت، مشکل یا تکلیف آئے تو وہ اس سے اچھے طریقے سے نبرد آزما ہو گی اور اس کے حل کے لیے بھرپور کوشش کرے گی۔یہ سب کچھ زہرہ نے خود کر کے دکھایا۔زہرہ کو اپنے ملک کی ہر چیز سے پیار ہے ،اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کو پسند کرتی ہے۔اس کے برعکس رقیہ ولایتی چیزوں کو پسند کرتی ہے اور مغربی طرز معاشرت کی دلدادہ ہے۔ رقیہ زہرہ کے برعکس آرام پسند، کاہل اور بد سلیقہ لڑکی ہے۔زہرہ کا کردار معاشرے کے لیے ایک مثالی اصلاحی کردار ہے ۔گھر میں ماماؤں اور اصیلوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ گھر کا کام خود کرتی اور ان کے کام کی بھی نگرانی کیا کرتی۔زہرہ اپنی ماں کی خدمت کرتی اس کو وقت پر دوا دیتی۔ باپ کا خیال رکھتی۔ اپنے چھوٹے بھائی خالد اور بہن رضیہ کے خوراک، کھیل اور آرام کا خیال رکھتی۔ اسی طرح وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار رہی تھی۔اپنا بہت سارا وقت باغ کے پودوں اور پھولوں کے ساتھ بھی گزارتی۔لکھائی پڑھائی اور گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ سینے پرونے میں بھی طاق تھی۔ ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس کردار کے بارے میں کچھ یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"۔۔۔۔زہرہ اس ناول کا ترقی پسند کردار ہے، جسے مرکزیت حاصل ہے۔۔۔زہرہ کا کردار اعلیٰ متوسط طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے۔مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں پنپتی ہوئی جہالت، توہم اور رجعت پسندانہ رویہ نہ صرف عام ہے ،بلکہ مسلم معاشرہ ان غلط روایات کی انجام دہی پر فخر بھی محسوس کرتا ہے۔۔۔زہرہ ان تمام نامساعد حالات سے حتی الامکان لڑتی ہے اور ہندوستانی مستورات کو علم و ہنر کی بے بہا دولت سے مالامال کرنے کا شدید جذبہ بھی رکھتی ہے۔وہ چاہتی ہے کہ عورتوں میں دور اندیشی ،وسعت نظری اور معاملہ فہمی جیسی اچھائیاں نمایاں ہوں اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری سمجھتی ہے کہ مذہبی رواداری اور اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم وتربیت اور مغربی تہذیب کی بعض خوبیوں سے انھیں آشنا کرایا جائے۔'' [6]

6۔غلام محی الدین انصاری سالک، 2008ء

اکبری بیگم کا لکھا گیا ناول ''گودڑ کا لال'' جو 1907ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا۔اس کے سر ورق سے ہی اندازہ لگایا جا

سکتا ہے کہ یہ لڑکیوں اور خواتین کے لئے ایک نصیحت آمیز اور سبق آموز ناول ہے۔اس میں بھی اس دور کے دوسرے ناولوں کی طرح اچھی تعلیم و تربیت، اوہام پرستی، فضول رسومات اور مرضی کے خلاف شادی کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔اس کا سب سے دلچسپ اور ترقی پسندانہ اقدام مخلوط تعلیم ہے۔ جس نے اس کو اس دور کا سب سے اہم اور منفرد ناول بنا دیا ہے۔اس کی مقبولیت اور شہرت کے بارے میں قرۃ العین حیدر کچھ یوں رقمطراز ہیں۔

''گودڑ کا لال''1907ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ چھپتے ہی دھوم مچ گئی۔ بہت جلد اس نے نئی مڈل کلاس مسلمان عورتوں کی بائیبل کی حیثیت اختیار کر لی۔لڑکیوں کو جہیز میں دیا جانے لگا۔''7۔قرۃ العین حیدر، 1977ء [7]

یہ ایک معاشرتی اور اصلاحی ناول ہے۔ جس میں سماج میں موجود برائیوں کو ہدف بنایا گیا اور جن کو کرداروں کے ذریعے ختم کرنے کا حل بھی بتایا گیا۔اس ناول کے ذریعے مصنفہ نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ لڑکا اور لڑکی کے مزاج کو مد نظر رکھ کر فیصلہ لینا چاہئے تاکہ کل کو وہ ایک خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔مصنفہ کو کردار نگاری پر بھی عبور حاصل تھا۔انہوں نے ناول کے تمام کردار معاشرتی اصلاح کے لئے تخلیق کئے۔اس بات کی تائید نیلم فرزانہ بھی کرتی ہیں:

"اکبری بیگم دراصل معاشرے کی اصلاح چاہتی تھیں۔لہٰذا ''گودڑ کا لال'' میں جتنے کردار ہیں وہ سب کے سب ان کے اصلاحی نقطہء نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔اکبری بیگم کا مشاہدہ گہرا اور نظر بڑی تیکھی تھی۔انھوں نے معاشرے کی ان چھوٹی چھوٹی برائیوں پر توجہ کی جو صالح معاشرے کو برباد کرتی ہیں۔''8۔ نیلم فرزانہ، 1992ء [8]

اس ناول کا منفرد کردار ثریا جبیں کا ہے جس نے اس زمانے کی روایت سے بغاوت کی اور عورتوں کے لئے ایک نئی راہ بنائی۔ یہ ایک شاہکار کردار ہے جو تعلیم یافتہ، سلیقہ مند، باحیا، شریف اور ذہین ہے۔ اپنی اچھی تعلیم و تربیت اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے باقی کرداروں پر چھا جاتی ہے۔ بچپن ہی سے اس کی پرورش پر خصوصی توجہ دی گئی۔اس کی تربیت میں اس کی اُستانی کا بڑا ہاتھ ہے۔جس نے اسے اچھے برے، کھرے کھوٹے کی تمیز سکھائی اور جینے کا سلیقہ سکھا دیا۔گھر میں اگر کوئی اس کا ہم خیال ہے تو وہ اس کا بھائی رضا حسن ہے جو اس کی طرح باشعور اور عقلمند ہے۔اس کا ہر معاملے میں ساتھ دیتا ہے اور اس کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔مصنفہ اکبری بیگم ان کے بارے میں کہتی ہیں:

'' سارے کنبے میں حسن رضا و ثریا جبیں کے اس قدر عقلمند ہونے کا باعث یہ تھا کہ انھیں بچپنے سے تربیت اچھی ملی ورنہ یہ بھی ضرور انھیں عادتوں کے ہوتے اگر والدہ کے زیر سایہ اپنے بہن بھائی میں کھیل کر بڑھتے پلتے۔''9۔ اکبری بیگم، 1907ء [9]

محمدی بیگم کا تحریر کردہ ناول ''شریف بیٹی''1908ء میں شائع ہوا جو اصلاحی اور اخلاقی لحاظ سے اس دور کا ایک اہم ناول ہے۔اس ناول کا مرکزی کردار شریفن ہے جو غربت کا مقابلہ ثابت قدمی سے کرتی ہے۔وہ نہایت سگھڑ، سلیقہ مند اور نڈر لڑکی ہے جو غربت، بیماری، لاچاری و بے بسی کا مقابلہ اتنی جوانمردی اور بہادری سے کرتی ہے کہ نہ صرف اپنے گھر والوں کا بلکہ اماں بی کا سہارا بھی بنتی ہے۔ محمدی بیگم نے اس مختصر سے ناول میں اس دور کے غریب طبقے کے مسائل کا صحیح نقشہ کھینچا ہے اور شریفن کے ذریعے اس کا حل بھی دکھایا ہے کہ کس طرح ہمت اور حوصلے سے ایک لڑکی اپنی غریبی امیری میں بدل سکتی ہے اور شہرت حاصل کرتی ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ تحریر کرتی ہیں:

"شریف بیٹی --------میں ایک لڑکی کا کردار پیش کیا ہے جس نے مصیبتیں اٹھا کر اپنے باپ دادا کی عزت بنائے

رکھی۔۔۔۔''10۔ رفیعہ سلطانہ، س۔ن [10]

نذر سجاد حیدر ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ ناول نگار تھیں۔ گھر کی چار دیواری کے اندر بے زبان اور بن ماں لڑکیوں پر ہونے والے مظالم کا انہیں بخوبی احساس تھا۔ انہیں تعلیم یافتہ اور جاہل عورت کی نفسیات کا بھی علم تھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ ایک عورت ہی مرد کو استعمال کرنے کا ہنر جانتی ہے۔ اس کو قابو میں لاسکتی ہے اگر وہ تعلیم یافتہ ہو گی تو وہ مرد کی وفاشعار بیوی بن کر اس کے گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔ اس لیے مصنفہ قلم کے ذریعے عورت کی اصلاح کرنا چاہتی تھیں۔ کیونکہ ایک عورت ہی اگلی نسل کی بنیاد رکھتی ہے۔ اس لیے انہی باتوں کو بنیاد بنا کر انہوں نے تعلیم نسواں کو ان معاشرتی برائیوں کے خلاف ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ ناول ''اختر النساء'' میں اگرچہ ان کا اہم موضوع '' تعلیم نسواں کی اہمیت وافادیت'' ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سوتیلی ماں کے مظالم، فضول رسومات، اوہام اور کثرت الازدواج کے خطرناک نتائج کو سامنے لایا گیا ہے۔ یہ ناول کتابی شکل میں 1911ء میں دارالاشاعت پنجاب لاہور سے شائع ہوا۔ نذر سجاد حیدر ناول کے آخری پیرا گراف میں کہتی ہیں:

''اگر بہتری قوم منظور ہے تو سب سے پہلے جہاں تک ممکن ہو سکے تعلیم نسواں عام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کا انتظام کر لیا تو سمجھنا چاہئے کہ تمام قوم سنبھل گئی کیوں کہ بے علم معراج ترقی پر پہنچنا ناممکن، خواہ آپ کتنا ہی علم حاصل کر لیں۔ کبھی آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ جب تک کہ دُنیا میں اپنی سب سے پہلی رہنما عورتوں کو جن کی گود تمام قوم کا ابتدائی اسکول ہے۔ چشمہء علم سے سیراب نہ کریں گے کیوں کہ تمام نیک کاموں اور تمام درجات ترقی کی بنیاد علم ہے۔ علم حاصل کیا تو سمجھو سب کچھ پایا۔''11۔ نذر سجاد حیدر، 1911ء [11]

نذر سجاد حیدر نے ناول میں تقریبًا ہر جگہ تعلیم نسواں کا پرچار کیا ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تھی۔ اپنے مقصد کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کے لیے انہوں نے اختر النساء کے کردار کا انتخاب کیا جس نے سوتیلی ماں کا ہر ظلم سہا اور تعلیم ہی کی طاقت سے ہر مشکل اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنی زندگی قوم کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ قرۃ العین حیدر اس کردار کے متعلق لکھتی ہیں:

"بنتِ نذر باقر کے اختر النساء کے والد دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہیروین کو بہت مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی ذہانت اور صلح کل طبیعت کی بدولت تمام مشکلات پر فتح حاصل کرتی ہیں۔''12۔ قرۃ العین حیدر، 2004ء [12]

"اختر النساء'' کا اہم مقصد معاشرے میں تعلیم نسواں کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کرنا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ لغو رسومات کے نقصانات، اوہام پرستی، دوسری شادی کے خطرناک نتائج، سوتیلی ماں کا بچوں کے ساتھ برا سلوک، ان کی زندگی کا اہم فیصلہ لڑکی کی مرضی کے خلاف کرنا، سگے باپ کا دوسری بیوی کے ہر کام میں ساتھ دینا اور بن ماں بچی کا ان سب مظالم کا صبر و تحمل سے برداشت کرنا اور تعلیم کے بل بوتے پر اپنے لیے زندگی کی ایک نئی راہ اختیار کرنا، مصنفہ کے اہم موضوعات ہیں۔ نیلم فرزانہ اس سلسلے میں کہتی ہیں:

"''اختر النساء بیگم ''اصلاحی ناول ہے۔ جس میں مصنفہ نے مسلم سماج میں پھیلی ہوئی جہالت، توہم پرستی اور غلط رسم ورواج کی برائیوں کو پیش کیا ہے اور تعلیم نسواں کی اہمیت و ضرورت اور اس کی افادیت کو بڑی خوبی سے نمایاں کیا ہے۔ یہ تمام چیزیں قصہ کے پیرائے میں خوبصورت ڈھنگ سے پیش کی گئی ہیں۔''13۔ نیلم فرزانہ، 1992ء [13]

اختر النساء بیگم اس ناول کا مرکزی کردار بھی ہے اور اصلاحی کردار بھی۔ ساری کہانی اس کے گرد گھومتی ہے۔ چھوٹی عمر

میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو والد رفیق احمد نے بغیر تحقیق کے لکھنؤ کی بد مزاج، غیر تعلیم یافتہ اور طوائف زادی سے دوسری شادی کرلی جو خود کو نواب زادی ظاہر کرتی ہے۔ سوتیلی اور جاہل ماں اختر کی زندگی تباہ کرنے پر تلی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اختر تعلیم یافتہ، سمجھدار اور عقل مند ہے۔ اس لیے ان تمام تکلیفوں، مصائب اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے۔ سوتیلی ماں کے مظالم سہتی ہے لیکن کسی سے شکوہ نہیں کرتی۔ نامساعد حالات سے تنگ آکر اپنی قسمت کو کوستی ہے لیکن اگلی بار پھر ایک نئی ہمت کے ساتھ کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ سب اچھی تعلیم و تربیت کا اثر ہوتا ہے جو انسان میں شعور اور آگہی پیدا کرتا ہے اور اسے نئے حوصلے کے ساتھ زندگی جینے کے قابل بناتا ہے۔ قرۃ العین حیدر اس کے متعلق لکھتی ہیں:

''امّی نے چودہ سال کی عمر میں ایک نہایت ترقی پسند اصلاحی ناول لکھا، جس کی ہیروئن اختر النساء بیگم نے مردوں کے معاشرے کے مظالم کا نہایت عقلمندی سے مقابلہ کیا اور آخر میں فتحمند ہوئی۔ 14 ۔ قرۃ العین حیدر، 1969ء [14]

اس کردار کے بارے میں ڈاکٹر۔ ایس۔ کے جبیں کہتی ہیں:

"۔۔۔یہ بھی ایک مرکزی ناول ہے جو مرکزی کردار اختر النساء بیگم کے گرد گھومتا ہے۔ وہ ایک جرات مند اور باحوصلہ عورت ہے اور فرسودہ رسم و رواج یا غیر ضروری پابندیوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتی قابل غور بات یہ ہے کہ مصنفہ نے یہ ناول صرف چودہ پندرہ سال کی عمر میں تحریر کیا تھا۔ ایسے میں ان کا نقطہ نظر حیرت انگیز بھی ہے اور قابل داد بھی۔۔۔''15۔ ایس ۔کے۔ جبیں، 2009ء [15]

نذر سجاد حیدر نے اس اصلاحی کردار کے ذریعے یہ پیغام دیا کہ ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہر قسم کے نامساعد حالات کا مقابلہ نہایت دلیری اور بہادری سے کرتی ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے کو دانش مندانہ طریقے سے حل کرتی ہے۔ باپ کی عزت پر بھی کوئی آنچ نہیں لگنے دیتی اور اس میں قومی خدمت کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ اس کردار کے بارے میں نیلم فرزانہ تحریر کرتی ہیں:

''اختر النساء کا کردار آئیڈیل کردار ہے۔ وہ ایک تعلیم یافتہ، باحیا اور شریف ہندوستانی لڑکی ہے۔ وہ صرف تعلیم و تہذیب کے زیور سے آراستہ ہی نہیں بلکہ دور اندیشی اور قوم پرستی بھی اس کے کردار کا حصہ ہے۔''16۔ نیلم فرزانہ، 1992ء 16

نذر سجاد حیدر کا ناول ''آہ مظلوماں'' دو کہانیوں پر مشتمل ہے جو 1914ء میں منظر عام پر آیا۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت شہرت حاصل کی۔ اس میں دوہرے پلاٹ کی تکنیک سے کام لیا گیا ہے۔ دونوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ ''دوسری شادی کے خطرناک اور عبرتناک نتائج''۔ ایک کہانی مختصر اور دوسری طویل ہے۔ جس میں اسی موضوع کو طول دیا گیا ہے۔ لیکن انجام دونوں کا ایک جیسا ہی ہے۔ طویل پلاٹ کی کہانی امیر طبقے سے تعلق رکھتی ہے جبکہ مختصر پلاٹ کا قصہ ایک متوسط گھرانے سے لیا گیا ہے۔ دونوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے جو معاشرے کے ایک اہم مسئلے کو پیش کرتا ہے کیونکہ امیر ہو کہ غریب تقریبًا ہر خاندان اس کا شکار تھا۔ نیلم فرزانہ اس بارے میں تحریر کرتی ہیں:

''دوہرے پلاٹ کے اس ناول سے غالبًا نذر سجاد حیدر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہے کہ دوسری شادی کی لعنت نہ صرف نچلے متوسط طبقے میں ہے بلکہ اعلیٰ طبقہ بھی اس کا شکار ہے۔ اور معاشرے میں یہ برائی نہ صرف مردوں کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے بلکہ خود خواتین بھی اس برائی کو پھیلانے میں برابر کی شریک ہوتی ہیں۔ اس خطرناک سماجی برائی کے خلاف یہ

ناول نذر سجاد حیدر کا احتجاج ہے۔''17۔ نیلم فرزانہ، 1992ء[17]

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں تحریر کرتی ہیں:

"نذر سجاد حیدر کا ایک اور ناول ''آہ مظلوماں'' ہے جو 1914ء میں شائع ہوا۔اس کا موضوع دوسری شادی اور اس کے برے نتائج پر مبنی ہے۔اس کا مزاج بھی اصلاحی اور واعظانہ ہے۔''18۔ ایس۔ کے۔ جبیں، 2009ء[18]

اگر بغور دیکھا جائے تو تعدد ازدواج پر اس دور کی ہر ناول نگار خاتون نے قلم اٹھایا۔ یہ ایک ضروری امر بھی تھا کیونکہ اس وقت دوسری بیاہ کا رجحان بہت بڑھ گیا تھا اور یہ ایک وبا کی طرح پھیل رہا تھا جس نے سارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تعلیم یافتہ خواتین کو اس مسئلے کا احساس بھی تھا۔اس کے انسداد کے لیے انہوں نے قلمی جہاد کیا۔جس کا اثر معاشرے پر کافی حد تک پڑا۔اگر موجودہ زمانے کی بات کی جائے تو اب تعلیم اور انہی قلم کاروں کی وجہ سے لوگوں میں شعور آگیا ہے اور اس میں کافی کمی آگئی ہے۔

"حشمت النساء ''کی مصنفہ طیبہ بیگم ہے۔یہ ناول غالباً1920ء میں تحریر کیا گیا۔اس کا موضوع ''تعلیم نسواں'' ہے۔یہ حیدرآباد کے متوسط گھرانے کی ایک سادہ سی کہانی ہے۔جن سے منسلک دو اور خاندان بھی ہیں۔اس ناول میں قدیم اور جدید تہذیب کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔یہ دراصل پرانی سوچ سے نئی سوچ تک کا سفر ہے۔جس کو سادہ، سلیس اور بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اس میں تین بچوں کی کھیل کود، شرارتوں، گھریلو عورتوں اور بوڑھیوں کے عام مشاغل کا ذکر ہے۔توہم پرستی اور فرسودہ روایات میں جکڑے ہوئے لوگوں کو مصنفہ تعلیم کے ذریعے ہدایت کے راستے پر لاتی ہیں۔ڈاکٹر سید جاوید اختر اس ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''۔۔۔تعلیم نسواں خاص موضوع ہے اور پرانی اور نئی تہذیب کی ٹکر دکھائی گئی ہے۔جیت اس طبقے کی ہوتی ہے جو نئی روشنی کا دلدادہ ہے اور پرانے توہمات اور تعصّبات کو چھوڑ کر جدید نظریات سے بہرہ ور ہو چکا ہے۔"19۔ سید جاوید اختر، 1997ء[19]

ا۔ ض۔ حسن بیگم کے ناول ''روشنک بیگم'' میں بھی تعلیم وتربیت، توہمات اور بے ہودہ رسم ورواج کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس کا قصہ بھی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ اس دور کی نمائندگی کرتا ہے۔یہ تین نسلوں پر مشتمل تصنیف ہے۔ہمایوں فر اور روشنک جیسے کرداروں کی وجہ سے اس نے شہرت حاصل کی۔یہ ناول 1920ء میں دارالاشاعت پنجاب لاہور سے شائع ہوا۔

روشنک نواب جعفر اور حسینی بیگم کی اکلوتی اولاد تھی۔اصلاحی لحاظ سے یہ ایک اہم کردار ہے۔نواب جعفر جو خود بھی قابلیت کے اعلیٰ درجے پر تھے، بیٹی کو بھی اچھی تعلیم وتربیت دلائی۔اگر یہ تربیت حسینی بیگم کرتی تو یہ بھی بسم اللہ کی طرح بد سلیقہ، ان پڑھ اور بدمزاج ہوتی۔کیونکہ منیری بیگم اور حسینی بیگم میں کوئی فرق نہیں تھا۔دونوں ضعیف الاعتقاد عورتیں تھیں۔روشنک کی علم وہنر کے لئے گھر پر ہی انتظام کیا گیا۔اس کی تعلیم وتربیت کے لئے مس ٹامسن کو مقرر کیا گیا۔جو اس کو تعلیم دیتی۔وہ خود ذہین تھی بہت جلد سب کچھ سیکھ گئی۔اس کی کامیابی پر جب اخبار میں مضمون چھپتا ہے تو نواب جعفر کو بھی سراہا جاتا ہے۔جسے ا۔ ض۔ حسن بیگم نے یوں تحریر کیا ہے:

"آج ہم بڑے فخر کے ساتھ ۔۔۔۔ مبارک باد دیتے ہیں۔۔۔۔افسوس ہمارے ہندی بھائی اس امر کی طرف راغب نہیں ہوتے اور تعلیم نسواں کو ترقی نہیں دیتے۔اپنی لڑکیوں کو محض جاہل ان پڑھ رکھتے ہیں۔یہ لڑکی جس نے اپنا نام یوں

کیا محض جاہل اور گمنام رہتی اگر ہمارے معزز رئیس اعظم نواب بہادر جعفر صاحب مرحوم اس رشتہ ء تعصب کو نہ توڑتے اور اپنی اکلوتی بیٹی کی تعلیم اس عنوان شائستہ سے نہ کرتے۔خدا کرے ہر شخص ان کی تقلید کرے۔''20۔ ا۔ض۔حسن بیگم، 1920ء[20]

اس بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اردو کی ابتدائی خواتین ناول نگاروں کی اسلامی واخلاقی نظریات اصلاحی ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ان ناولوں کا سب سے نمایاں رجحان ''اصلاح بذریعہ تربیت نسواں '' تھا۔انہوں نے قلم کے ذریعے اوہام، توہمات اور جہالت کے خلاف بغاوت کر کے معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔ان خواتین نے مشرق و مغرب کے حسیں امتزاج سے اصلاحی کردار تخلیق کیے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ توحید، قناعت، سچائی اور خدمت خلق کو مسلم عورت کا زیور قرار دیا۔ان خواتین ناول نگاروں نے اندرونی خانہ داری اور سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی تغیر و تبدل کو نہایت بہتر انداز میں پیش کیا۔ان کا مقصد محض تفریح نہیں بلکہ ''الجنت تحت اقدام الامہات'' کے مصداق صالح معاشرے کی تشکیل تھا۔اس وجہ سے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ایک صدی گزرنے کے بعد بھی خواتین کے یہ ناول موجودہ نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔بلکہ اگر ان کو حوالے کے طور پر بچیوں کے نصاب میں شامل کئے جائیں تو اب بھی ان سے مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 ڈاکٹر یوسف سرمست، بیسویں صدی میں اردو ناول، نیشنل بک ڈپو حیدرآباد، 1973ء، ص۔156

2 ڈاکٹر لام محی الدین انصاری سالک، ہندو پاک کی خواتین ناول نگار، شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی، 2008ء، ص۔59

3 رشید النساء، اصلاح النساء، احمد برادرز کراچی، 1894ء، ص۔8

4 ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، عالمی میڈیا پرائیویٹ لیمٹیڈ دہلی، 2014ء، ص۔301

5 ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک، شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی، 2008ء، ص۔60، 61

6 ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک، ہندو پاک کی خواتین ناول نگار، شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی، 2008ء، ص۔61

7 قرۃ العین حیدر، کار جہاں دراز ہے، فن اور فنکار، جلد اول، بمبئی، 1977ء، ص۔156

8 نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، 1992ء، ص۔32، 31

9 اکبری بیگم، گودڑ کا لال، نسیم بک ڈپو لکھنو، 1907ء ص۔48

10 ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ، اردو ادب کی ترقی میں خواتین کا حصہ، مجلس تحقیقات اردو حمایت نگر، س۔ن، ص۔102

11 نذر سجاد حیدر، اختر النساء، دارالاشاعت لاہور، 1911ء، ص۔228

12 قرۃ العین حیدر، دیباچہ ہوائے چمن میں خیمۂ گل، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، 2004ء، ص۔ 38
13 نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، 1992ء، ص۔ 49
14 قرۃ العین حیدر، دل، مکتبہ جدید لاہور، 1969ء، ص۔ 40
15 ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں، اردو کی خواتین ناول نگار، ارم پبلشنگ ہاؤس پٹنہ، 2009ء، ص۔ 177،178
16 نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، 1992ء، ص۔ 48
17 نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، 1992ء، ص۔ 52
18 ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں، اردو کی خواتین ناول نگار، ارم پبلشنگ ہاؤس پٹنہ، 2009ء، ص۔ 78
19 ڈاکٹر سید جاوید اختر، اردو کی ناول نگار خواتین، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 1997ء، ص۔ 28،29
20 ا۔ ض۔ حسن بیگم، روشنک بیگم، دارالاشاعت پنجاب لاہور 1920ء، ص۔ 181،182

References in English

Sarmast, Y. (1973). The Urdu novel in the twentieth century. Hyderabad: National Book Depot. (p. 156)
Ansari Salik, G. M. (2008). Female novelists of India and Pakistan. New Delhi: Shahid Publications. (p. 59)
Rashid-un-Nisa. (1894). Reform of women. Karachi: Ahmed Brothers. (p. 8)
Sadeed, A. (2014). A brief history of Urdu literature. Delhi: Aalami Media Private Limited. (p. 301)
Ansari Salik, G. M. (2008). Female novelists of India and Pakistan. New Delhi: Shahid Publications. (pp. 60–61)
Ansari Salik, G. M. (2008). Female novelists of India and Pakistan. New Delhi: Shahid Publications. (p. 61)
Hyder, Q. (1977). The world is long-lasting (Art and the artist) (Vol. 1). Bombay. (p. 156)
Farzana, N. (1992). Female novelists of Urdu literature. Aligarh: Educational Book House. (pp. 31–32)
Begum, A. (1907). Godar Kalal. Lucknow: Naseem Book Depot. (p. 48)
Sultana, R. (n.d.). The contribution of women to the development of Urdu literature. Hameed Nagar: Majlis-e-Tahqeeqat-e-Urdu. (p. 102)
Haider, N. S. (1911). Akhtar-un-Nisa. Lahore: Dar-ul-Ishaat. (p. 228)
Hyder, Q. (2004). Foreword – The tent of flowers in the garden of breeze. Delhi: Educational Publishing House. (p. 38)
Farzana, N. (1992). Female novelists of Urdu literature. Aligarh: Educational Book House. (p. 49)
Hyder, Q. (1969). Heart. Lahore: Maktaba-e-Jadeed. (p. 40)
Jabeen, S. K. (2009). Female novelists of Urdu. Patna: Urm Publishing House. (pp. 177–178)
Farzana, N. (1992). Female novelists of Urdu literature. Aligarh: Educational Book House. (p. 48)
Farzana, N. (1992). Female novelists of Urdu literature. Aligarh: Educational Book House. (p. 52)
Jabeen, S. K. (2009). Female novelists of Urdu. Patna: Urm Publishing House. (p. 78)
Akhtar, S. J. (1997). Female novelists of Urdu. Lahore: Sang-e-Meel Publications. (pp. 28–29)
Hassan Begum, A. Z. (1920). Roshank Begum. Lahore: Dar-ul-Ishaat Punjab. (pp. 181–182)